

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

رسالہ

# شمس الاسلام

جلد نمبر ۳

بابت ماہ اگست و ستمبر ۱۹۲۶ء مطابق ربیع الاول ۱۳۴۵ھ نمبر ۶

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون نگار	مضمون	نمبر
۲	اصغر صہبائی امرتسری	حمد باری تعالیٰ	۱
۳	از مولوی محمد سعید صاحب مولوی فاضل	مراتب وجود	۲
۵	منشی فاضل ضلع شاہ پور	مقدمہ اصطلاحات ضروریہ	۳
۹	حضرت غلام قادر شاہ صاحب	باید دانست	۴
۱۹	ٹیالوی رحمۃ اللہ علیہ	تاریخ المتقین	۵
۳۰	جناب ملک عباس خاں صاحب ایم اے	خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ	۶
		عمل عالمگیری	۷

# حمد باری تعالیٰ

اے کہ تیرے حشر تہ تکوین بزم کائنات  
ماہیستی کا سارا ساز و سامان تجھ سے  
رواق باطن بھی تو ہے جلوہ ظاہر بھی تو  
رنگ گلہائے چین میں جلوہ آرائی تری  
شعلہ تاثیر ہے چمک قبائے گل پر  
دار کے زینے پر ہر ہوا منظور پر  
تھی ہم پایاب نویں عیاں قدر تری  
گر چہ صحن ظاہر ہی سے ماہ کی تسخیر تھی  
گور میں سوز عشق شمع پروانہ ہوا  
شعلہ مصباح گواہ کل پر پروانہ ہے  
بے خبر حق تو ہے جو پابند و ہم دید ہے  
جب ترے ہی حکم سے گویا زبان حمد ہو  
درجنابت اخرا ب عجز خویش آوردہ ام

تیری مہمتی سے نمایاں جلوہ رنگ حیات  
دوئی ہنگامہ بازار امکان تجھ سے  
یعنی بزم و ہر کا اول بھی تو آخر بھی تو  
پتے پتے سو عیاں ہوتی ہے زعمانی تری  
ش شمشعلی ہے نالہ بلبل میں تو  
بھافر و زل شعلہ نقش میں باجم طور پر  
تھی دم و عجا ز عینے میں نہاں حکمت تری  
جنش انکشت دست غیب کی تفسیر تھی  
حسن کا تیرے حقیقت میں وہ دیوانہ ہوا  
جلوہ زانی کا تری اسمیں مگر انداز ہے  
ناشناس نقہائے معنی تو تیرے ہے  
کیوں پھر فردوس گوش دل بیان گھو  
ہاں ہمیں یک تحفہ مودت پیش آورد ام

حامد و محمود و حمد اک ہیں دوئی ان میں نہیں  
کوئی تفریق اجتک اصغر ہوتی ان میں نہیں

(اصغر مہدی انیسری)

# مراتب وجود

## ویسپاچہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حَامِدٌ وَمُصَلِّیٌّ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ  
 ضلع لودھیانہ میں بٹالہ ایک قدیم شہر ہے۔ جہاں غلام قادر یہ کے  
 مشائخ کا ایک مشہور سلسلہ مدتوں سے فیوض باطنی کی اشاعت فرماتا رہا ہے  
 اسی سلسلہ کے بزرگوں میں سے ایک حضرت غلام قادر شاہ علیہ الرحمۃ  
 نے مستمر شہن کی ہدایت کیلئے سلسلہ وحدت وجود سے ایک جھوٹا  
 رسالہ فارسی میں لکھا تھا جس کا نام انہوں نے بایں واسطہ رکھا۔  
 آج کل میرے ایک لاہوری دوست نے جو اس سلسلہ کے متوسلین میں سے  
 ہیں۔ رسالہ مذکورہ کا خلاصہ مطلب سمجھانے اور اس کی مصطلحات کی  
 تشریح کرنے کے لئے مجھے فرمایش کی۔ اگرچہ میں اس فن کے باہر صاحب  
 کی درگاہ میں طفل مکتب بننے کے بھی لائق نہیں تھا۔ مگر صاحب ممدوح  
 کے بار بار تقاضاؤں کا جواب اپنے پر اگندہ خیالات اور ٹوٹے پھوٹے  
 الفاظ میں کچھ نہ کچھ دینا ہی پڑا۔ جو قید تحریر میں لانے کے بعد معزز ناظرین  
 کی خدمت میں بصورت ذیل عرض کیا جاتا ہے :-

ع اگر قبول افتد رہے عز و شرف

اس مسئلہ کا صحیح طور پر سمجھنا تو اہل حال کا ہی خاص حصہ ہے۔ اور  
 اہل اللہ کے نزدیک اس کے متعلق گفتگو وغیرہ کرنا جائز نہیں۔ اسی لئے  
 السابغون رحمہ اللہ (انبیاء عظام و صحابہ کرام) سے اس بارہ  
 میں بالضرحت لچھ روایت نہیں کیا گیا۔ بلکہ ما عرفناک حق معرفت

جیسے آخری اور فیصلہ کن احوال پر ہی اکتفا کیا گیا ہے :-

۵۔ اے برتر از قیاس و خیال و گمان و وہم  
وزہرچہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم  
مگر چونکہ قدما فلسفین نے اپنے بیانات میں اس مسئلہ پر کچھ نہ کچھ روشنی  
ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ جس کا خلاصہ مطلب اہل علم مسترشدین کے لئے  
مرشد کامل کے اثر فیضان کے نیچے حل سے پہلے بھی بصورت قافیہ  
سے خالی نہیں ہوتا۔ اسی لئے متاخرین نے خاص حالات میں اس کے  
مطالعہ و مذاکرہ کی اجازت فرمادی ہے۔ تاکہ روئے تو یا کوئے تو  
کے گلزار میں پہنچے پہلے ہی گئے۔ کیست کن لپٹوں سے طالبوں  
کے دماغ معطر ہو جائیں :-

۵۔ اسی پر ہی دست نارسیدہ بسر  
بوئے زلف تو کرد دیوانہ

اس میں جو کچھ راقم کی ناچیز کوشش سے پیش کیا گیا ہے۔ وہ  
حضرت مولانا مولوی محمد ذاکر صاحب بگوی رحمۃ اللہ علیہ کی  
افاضات طیبہ کا دھندلا سا خاکہ ہی ہے۔ اگرچہ مجھے اپنی خامی طبیعت  
کی وجہ سے اُن کی صحت و ادھر پورا پورا اعتماد نہیں۔ تاہم  
۵۔ درپے پردہ مرا طوطی صفتے داشتہ اند  
ہرچہ استاد ازل گفت ہمارے گویم



کمترین علمائے کثرین خادمان اہل اللہ بلکہ خاکپائے سنگ کثرین و رویشاں  
این نگاہ احمد العبد محمد سعید حشری نظامی سلیمانی سیالوی :-  
ترجمہ ہمارے عباد الصالحین رحم علیہم اجمعین نافذ احمد الرحمن

## مقدمہ

## مشتملہ پر مصطلحات ضروریہ

اصلی مسئلہ کی تقریر سے پہلے چند مصطلحات کا سمجھنا از بس ضروری ہے جو کہ مفصلہ ذیل سطور میں پیش کی جاتی ہیں۔

**وجود** - ہستی موجود ہونا۔ دنیا کی تمام چیزیں اپنی ذات میں نیست محض ہیں اور اُن کی نمائش ہستی صرف ذات کے لیے کی جاتی ہے جس کا عکس ہے پس حقیقی ہستی صرف اُس پاک ذات کی ہے اور وہ حقیقی ہستی بھی اُس کی ذات سے کچھ الگ چیز نہیں۔ بلکہ عین اُس کی ذات ہی ہے۔ اس لیے محققین کے کلام میں جہاں وجود کا لفظ استعمال کیا جائے اس سے مراد ذات باری ہی ہوتی ہے :-

**حقیقۃ الحقائق** وجود حقیقی یا اصلی ہستی صرف ایک ہی ہے۔ مگر دنیا کی نمائش اشیا بھی بظاہر بہت سی مختلف چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔ اس لیے ان کو بھی حقائق کہہ سکتے ہیں۔ ورنہ بجائے خود وہ کچھ بھی نہیں۔ اور اُن کی اصلیت اور حقیقت وہی ذات پاک ہے۔ غیب اور لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں۔ جو اس ظاہری کے دائرہ سے باہر ہو۔ چونکہ ذات پاک کے مدارج بھی اُن کو اس کی وسوسے سے باہر ہیں۔ اس لیے ان کو غیب سے تعبیر کیا جاتا ہے :-

**احدیت** جیسا کہ لفظ مختصر ہو۔ ویسے ہی اس کے معنی بھی مختصر ہوتے ہیں :-

**واحد** واحد کے معنی ایک جس کے مقابلہ میں دو تین چار وغیرہ بھی

ہیں۔ مگر واحد وہ ایک ہے۔ جس کے مقابلہ میں کسی اور کا وجود تک نہیں ہوتا قل هو اللہ احد اسی طرح اُن کے کلمات کی مصادر واحد ہونا۔ احد ہونا وغیرہ بھی ہے احدیت (احد ہونا) یعنی ایسا ایک ہونا جس میں حد و وجہ کا اطلاق (مجل و مختصر ہونا) پایا جائے۔ اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کو خیال تک بھی نہ ہو۔ واحدیت واحد ہونا جس کے ساتھ کوئی اور چیزیں بھی ہوں۔ خواہ نمائشی کے طور پر ہی وحدت جو دونوں کے بین بین ہے۔ جیسا کہ یہ لفظ واحدیت سے مختصر دیا ہی امکان صدق بھی ا صدق سے مختصر ہے لیکن اجمال اور اطلاق میں درجہ احدیت تک نہیں پہنچتا۔ چنانچہ ان مدارج میں سے بھی بخوبی ظاہر ہے۔

درجہ۔ لفظی معنی پر وہ۔ مگر حجاب معنی مانع نہیں پس حجاب اور برزخ میں فرق ہے۔ جن دو چیزوں کے درمیان حجاب ہوتا ہے۔ وہ بالکل ایک دوسرے سے الگ ہوتی ہیں۔ گویا حجاب درمیانی دیوار ہوتی ہے۔ مگر برزخ ایسی درمیانی چیز ہے جس میں دونوں کے آثار اور خصوصیات موجود ہوتے ہیں۔ جیسا کہ دن اور رات کے درمیان صبح یا شام ہے۔ پس وہ درمیانی درجہ ہے جس میں احدیت اور واحدیت دونوں کی شان پائی جاتی ہے۔

قابلیت ایک چیز کا کسی دوسری چیز کو قبول کر لینے کے لائق ہونا یعنی درجہ وحدت میں اگرچہ صفات بالتفصیل موجود نہیں ہیں مگر استعداد اس میں اُن کے وجود امتیازی کی قابلیت اور استعداد موجود ہے۔ جیسا کہ بیج یا گٹھلی میں درخت کی شاخوں اور پتوں کا وجود بالا جمال ہوتا ہے

الوہیت الہ ہونا۔ قابل پرستش ہونا۔ جسکو عبودیت کا مقابل سمجھنا چاہیے۔ اسی کو عبودیت اور مسجودیت بھی کہتے ہیں۔ چونکہ درجہ واحدیت میں تمام صفات امتیاز اور تفصیل سے پائی جاتی ہیں۔ اور ہر ایک صفت اپنے واحدیت یعنی مطلق اور کلی ہونے کی شان میں ہر ایک مفید اور جرنی

میں جلوہ گر ہے۔ تو یہ مقید جزئی اپنا نمائشی وجود اس مطلق کلی سے حاصل کر رہی ہے۔ اسی لئے وہ معشوق اور یہ عاشق وہ معبود اور یہ عابد وغیرہ ہے پس اس تفصیلی درجہ میں الوہیت وغیرہ نمایاں ہوتی ہے

**جمال و جلال**۔ صفات الہیہ بذات خود سب اچھی ہیں۔ مگر مقیدیت اور جزئیات کے لحاظ سے دو قسم کی ہو گئی ہیں۔ اور اس اعتبار سے ایک دوسرے کے مقابل بھی ہیں۔ جمال جسکو سب پسند کرتے ہیں۔ جلال جس سے سب ڈرتے ہیں۔ اور مرعوب رہتے ہیں۔ مثلاً عیسیٰ زندہ کرنا والا صفت جمالی ہے۔ جس کے مقابلہ میں ممیت : مارنے والا صفت جہلی ہے۔ ہکتا باسط کشائش کے ~~بیان~~ مقابلہ بندش ڈالنے والا وغیرہ وغیرہ :-

**اعیان**۔ اعیان جمع عین بمعنی خاص۔ معین۔ جہاں موجودات ظاہر سے مراد ہے جو کہ صفات الہیہ کا مظہر ہیں۔ اور وجود مطلق انہی مقید صورتوں میں جلوہ گر ہے۔ انہی حالات خاصہ کو حسب مدارج مختلفہ شئون ذاتیہ صورت علیہ یا اعیان ثابتہ اور اعیان خارجیہ کہتے ہیں۔

**امکان وغیرہ**۔ جتنی چیزیں دنیا میں پائی جاتی ہیں۔ اپنی ہستی باوجود کے لحاظ سے تین طرح کی ہیں (۱) وہ جس کی ہستی ضروری ہے۔ اسے واجب کہتے ہیں۔ وہ صرف خداوند کریم کی ذات پاک ہی ہے (۲) وہ جس کی نیستی (نہ ہونا) ضروری ہے۔ اسے ممتنع کہتے ہیں۔ جسے ایک اور کا مجموعہ ایک سمجھا (۳) جس کی ہستی اور نیستی کوئی بھی ضروری نہ ہو کبھی موجود ہوتا ہے۔ اور کبھی معدوم اس کو ممکن کہتے ہیں۔ دنیا کی تمام موجودات بغیر ذات الہی کے ممکن ہیں۔ اس لئے ان کو ممکنات اور عالم امکان وغیرہ کہتے ہیں۔ چونکہ ان کی حد بندی کی جاسکتی ہیں جس میں محصور رہتے ہیں اسلئے ان کو محدود اور محصور بھی کہتے ہیں۔

**عقول**۔ حکمائے متقدمین کے نزدیک نو آسمانوں کے متعلق یقین نہیں جو نہ ایک آسمان کے لئے بمنزلہ روح ہے۔ اور شرع اسلامی میں انہی عقول کو ملائکہ متوکلہ سے تعبیر کر سکتے ہیں ان عقول پر ایک اعلیٰ عقل بھی ہے۔ جو ان عقول تسعہ و ماتحتہا پر فیضان الہی کا واسطہ اور ذلیعہ ہے۔ اُسکو عقل اول یا عقل کل کہتے ہیں۔ حکماء اسلامین جبرائیل علیہ السلام کی حیثیت اسی طرح کی سمجھتے ہیں۔

**ارواح ناطقہ و غیریہ**۔ ناطقہ بمعنی گویا بمراد وہ ہے جو کہ ہر ایک جسم میں بمنزلہ بادشاہ کے ہے۔ گویا کہ تمام جسم میں اُس کا حکم ناطق ہے اور وہ ارواح یا قوائے جو اس جسم میں منتظمہ (یعنی متاثر) لہلاتے ہیں :-

**قدم و حدث** ۱۔ قدم بکسر قاف۔ قدیم ہونا۔ حد و شبہ۔ حادث ہونا۔ قدیم واجب الوجود ہے۔ اور حادث ممکن۔

**اطلاق و غیریہ** ۲۔ اگرچہ بظاہر اطلاق و تقید کے لحاظ سے صرف دو درجہ ہی معلوم ہوتے ہیں۔ جنکو عام اور خاص یا کلی و جزئی کے الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسا کہ انسان بمعنی عام کلی و مطلق ہے۔ اور نرید بمعنی خاص جزئی یا مقید ہے۔ مگر علمائے منطق اور فلسفہ کے نزدیک ایک تیسرا درجہ بھی ہے جس میں عمومیت کی شرط لگائی جاتی ہے۔ اور نہ خصوصیت کی۔ انہی معارج ثلاثہ کو اُن کی اصطلاح میں (۱) بشرط شے (یعنی درجہ تقید) (۲) بشرط لاشے (یعنی درجہ اطلاق) (۳) لاشے بشرط شے (یعنی جہیں اطلاق یا تقید میں سے کسی کا خاص لحاظ نہ ہو۔ بلکہ دونوں سے عام معنی مراہوں) کہتے ہیں۔ اس تقریر کے مطابق درجہ احدیت لاشے بشرط شے کا درجہ ہے پس میں اطلاق وغیرہ کا حکم بھی نہیں لگایا جاسکتا۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## پایہ دانست

جاننا چاہیے کہ حضرت وجودِ ربّی حقیقی ہستی جو سب نامشی چیزوں کی اصلیت اور حقیقت (الحقائق ہے) کے تین مراتب ہیں۔ جنکو غیب بھی کہتے ہیں۔ پہلا احدیت کا مرتبہ ہے۔ جس سے مراد خالص ذات اور مطلق ہستی ہے۔ اس کا سمجھنا محال ہے۔ اور اس کو ظاہری یا عقلی آنکھیں معلوم ہی نہیں کر سکتیں۔ البتہ اشارے کو وہاں تک رسائی ہی نہیں۔ اور عقل یا وہم کو اس کا پتہ تک نہیں ہوتا۔ اسی لئے ذات کے حق میں سوچ بچار کرنے کی سخت ممانعت ہے و تفکروا فی صفاتہ ولا تفکروا فی ذاتہ) دوسرا وحدت کا مرتبہ ہے جس میں سب صفات مجملہ ایک دوسری سے امتیاز کے بغیر ملحوظ ہوتی ہیں۔ یہ صرف قابلیت یعنی استعداد کا مرتبہ ہے اور اسی کو حقیقتِ محمدیہ سے تعبیر کرتے ہیں یہ مرتبہ پہلے اور تیسرے کے درمیان برزخ کی طرح ہے۔ تیسرا وحدت کا مرتبہ ہے۔ جس میں تمام صفات بالتفصیل ایک دوسرے سے ممتاز ہو کر لحاظ کی جاتی ہیں۔ یعنی الوہیت کا مرتبہ ہے۔ اور تمام جمالی اور جلالی کمالات کا جامع ہے۔ اور وجوب اور قدم (واجب اور قدم ہونے کے تمام مراتب کی اصلیت ہے۔ معبود ہونا اور معبود بننا اسی مرتبہ کی مثال میں سے ہے۔ جس میں کسی طرح سے بھی ناقص ہونے۔ ممکن ہونے محدود ہونے یا محصور ہونے کو دخل تک نہیں۔ ان تین مراتب (احدیت وحدت و احدیت) کو مراتبِ داخلی بھی کہتے ہیں۔ اور مراتبِ غیب بھی

انہی کا نام ہے۔ ان کے علاوہ تین مراتب اور بھی ہیں۔ جو کہ اعیان خارجی کی مختلف صورتوں میں وجود مطلق کے جلوہ گر ہونے اور ہر طرح کے لباس اور رنگ میں ظاہر ہونے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور یہی اعیان دنیا کی تمام چیزوں کی حقائق ہیں۔ جن کو کبھی غادیات اور روحانیات میں تقسیم کرتے ہیں۔ اور کبھی عناصر اور ان کے مرکبات سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان میں سے پہلا مرتبہ عالم ارواح کا ہے۔ جو کہ لطیف جوہر ہیں۔ اور صورت اختیار کرنے کسی چیز سے مرکب ہونے یا اجزا میں منقسم ہونے کے قابل نہیں ہیں یہی مرتبہ عقول عشرہ ملائکہ۔ اور ارواح ناطقہ وغیرہ پر شامل ہے دوسرا مرتبہ عالم مثال کا ہے جو کہ عالم میں ہی لطیف لطیف صورتوں کے پیدا ہونے سے ظاہر ہوتا ہے، اہل و صورت کے لحاظ سے تو جسمانی اوصاف سے متصف معلوم ہوتا ہے۔ مگر حقیقت میں اجزا اور حصص میں تقسیم نہیں ہو سکتا۔ اسکو خیال بھی کہتے ہیں۔ جو کہ انسان کی قوت متخیلہ کے پیدا کئے ہوئے اقسام (خیال منفصل خیال متصل) پر شامل ہے۔ تیسرا مرتبہ عالم اجسام کا ہے جو کہ عناصر اور ان کے مرکبات کے کشیف جوہر سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اس کی بڑی بڑی تین قسمیں ہیں (جادات) معدنیات نباتات اور حیوانات ان سب مراتب میں سے بلحاظ ظہور کے آخری مرتبہ انسان کا ہے۔ جو کہ تمام مراتب کا جامع اور سب کا مظہر ہے۔ اور اس مرتبہ کے بعد کوئی ظہور کا مرتبہ نہیں ہے۔ جیسا کہ حکما کا قول ہے (اذا کمل الشئ رجع الى ضده) کہ جب کوئی چیز کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ تو پھر اپنی ضد (یعنی نقصان) کی طرف رجوع کرتی ہے جیسا قدیم ہونے کے لحاظ سے اولیں مرتبہ اور سب سے زیادہ اولیت کا مرتبہ ہے۔ اسی طرح حادث ہونے کے لحاظ سے آخری مرتبہ انسان کا ہے۔ جس میں سب کو چاہیے۔ کہ ان مراتب

کو اچھی طرح سے سمجھ کر یقین کرے۔ حقیقت کے لحاظ سے ایک کے دسواکے کوئی دوسرا نہیں ہے۔ اور یہ نالیسی غیریت (دوئی) صرف استبدادی امر ہے۔ لیکن ظہور کی شان میں وہی حقیقت اپنے تعینات کے لحاظ سے غیریت کے رنگ میں جلوہ گر ہے۔ اور امر واقعی ہے۔ محض وہم ہی نہیں۔ پس حفظ مراتب کو کبھی بھی نہ بھولے۔ حدوث اور امکان کی شان میں اس کے عابد اور ساجد ہونے اور ناقص اور محدود ہونے کا خیال رکھے اور وجوب اور قدم کے مراتب میں اس کے معبود اور مسجود ہونے اور کامل اور غیر محدود ہونے کو ضروری سمجھے۔ اور یاد رکھے۔ کہ بندہ خواہ کتنے اعلیٰ کے اہل ہو اور صفات الہیہ سے متصف ہو جائے خدا نہیں ہو سکتا۔ الوہیت اور ربوبیت کی شان حاصل نہیں کر سکتا۔ بندہ بندہ ہی ہے۔ خواہ کتنی ترقی کر جائے۔ اسی طرح ذات مطلق اگرچہ اپنے آخری مرتبہ ظہور یعنی مرتبہ انسانی میں جلوہ گر ہو۔ بندہ نہیں بن سکتی۔ مولا مولا ہی ہے۔ خواہ کتنا ہی مراتب سفلی میں تنزل و قابو ہو۔

۵ ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد

گرفتن مراتب نکستی زندیقی

پس باطنی اور ظاہری مراتب کا خیال کبھی نہ بھولے۔ اور ہر ایک چیز کو بعینہ ذات مطلق سمجھے۔ اور اس نالیسی غیریت اور دوئی کو اس درجہ تک اپنے خیال سے مٹا دے۔ کہ اس کی طرف توجہ تک کا نام و نشان ہی نہ رہے۔ جتنے کہ ہستی حقیقی کا غلبہ ظاہر ہونے لگے۔ اور اپنی پیغمبری کی بھی خبر تک نہ ہو۔ اور ان کماکان اب بھی وہ اسی طرح ہے۔ جیسا کہ پہلے تھا۔ کا مفہوم ثابت ہو جائے۔ اور جب تک تعین انسانی باقی ہے۔ تکلیف شرعی اس کو لازم رہتی ہے۔ کبھی بھی سقوط

ہیں ہو سکتی۔ اس لئے ہمیشہ احکام شرعی کو لازم اور واجب سمجھے  
کیونکہ تکلیف شرعی کا دار و مدار عقل پر ہے۔ اگر سکر اور مستی میں عقل ہی باقی  
نہ رہی۔ تو انسان معاف اور معذور سمجھا جائے گا۔

ع۔ احمد انکم نشوی ہوش داری

(اے احمد جب تک تو اپنے آپ کو گم نہیں کر سکتا۔ ہوشیار رہو اور  
خواہ مخواہ بے ہوش نہ بنو۔)

پس سالک کو چاہیئے کہ ہر دو ضدیں یعنی غیثیت (ہر ایک چیز کا عین  
ذات ہونا) اور غیریت (ہر ایک چیز کا غیر ذات معلوم ہونا) کو اپنے اپنے  
مرتبہ میں رکھے اور وحدت کے لئے میں اتنا گہرا غوطہ لگائے کہ میں  
اور تو کا اثر تک نہ رہے۔ بلکہ عینیت اور غیریت دونوں کا خیال رفع ہو جائے  
اور خدا اور بندہ ہونے کا موقع ہی نہ رہے

ع۔ باللہ ہمہ او است ثم باللہ ہمہ او است

خدا کی قسم یہ سب کچھ وہی ہے میں پھر کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ وہی ہے  
بلکہ میں اور تو کے مقابلہ میں) میں کا بھی خیال نہ رہے۔ فیکری جب کمال  
نکس پہنچ جائے۔ تو اللہ ہی اللہ رہ جاتا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام ظہورات  
کے مراتب کے اصل الاصول ہیں۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں لا غائن فی اللہ  
والخلق من فوری اللہ کے نور سے ہوں اور سب مخلوق میرے  
نور سے ہے) آپ کی حقیقت جو درجہ و حدیث کا دوسرا نام ہے۔ درجہ  
کا مظہر ہے۔ جیسا کہ واحدیت درجہ و احدیت کا مظہر ہے۔ آپ کی پاک  
روح اس عالم ظہور میں احدیت کا مظہر ہے اور مصداق وحدت کا اور  
حمد و ثناء وحدت کا یہ حضرت رسالت پناہی کے مراتب داخل ہیں۔  
کہ مراتب ظاہری میں عالم ارواح آپ کی مبارک روح کا مظہر ہے

اور عالم مثال قلب مظہر کا اور عالم اجسام جسم نفیس کا۔  
 پس وحدت کا خیال اور اُس کے مراقبہ میں مرشد کامل کی وساطت  
 سے تحقیق کر کے مشغول ہونا چاہیے۔ اور یہ خیال یا مراقبہ خواہ اس طرح سے  
 ہو۔ کہ تمام اشیا نمائشی میں اس ہستی مطلق کو جاری و ساری سمجھیں۔ خواہ  
 اس طرح سے ہو کہ دنیا کے تمام مظاہر میں حقیقت محمدیہ کا ظہور دیکھیں۔  
 کیونکہ انا احمد بلا میم (میں احمد بلا میم یعنی اعداد ہوں) کا اسی معنوں کی  
 طرف اشارہ ہے۔ جہاں بھی تو دیکھے گا۔ یہی پائے گا۔ کہ ہر گل میں ہر سحر  
 میں محمد کا نور ہے۔ وہی اول ہے وہی آخر۔ وہی ظاہر ہے۔ وہی باطن۔ اور  
 وہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے۔ اے خدا یا۔ ہم کو ان کاموں کی توفیق  
 دے جن کو تو جانتا ہے۔ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ  
 وآلہ وسلم کی پیروی نصیب کر یا اور ہے کہ حضرت وجود حقیقت حق  
 اس لحاظ سے کہ صرف اس کی ذات مطلقہ کا خیال کیا جائے۔ تمام تعریفوں  
 اور صفاتوں سے پاک اور ہر قسم کی بشرائط اور نسبتوں سے خالی ہے۔ اس  
 کی نسبت کسی صفت کے ہونے یا نہ ہونے واجب یا ممکن ہونے کا حکم نہیں  
 لگا سکتے۔ اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ کہ مطلق ہے۔ بلکہ اطلاق کی حیثیت  
 سے بھی پاک ہے۔ تبخیر یا اشارے کو اس کی طرف راہ نہیں۔ اور فہم  
 و عقل اُس سے کچھ آگاہ نہیں۔ اس کا صفات مختلفہ سے متصف ہونا  
 مراتب وجود میں ظہور فرمانے پر موقوف ہے۔ پس وجوبی مراقب میں صفات  
 وجوبی راہیت۔ معبودیت۔ مسجودیت وغیرہ سے متصف ہوتا ہے۔  
 اور مراتب امکان میں امکانی اعتبارات سے موصوف ہو سکتا ہے  
 چنانچہ بزرگال الہی میں سے کسی صاحب نے عالم خواب میں خواب سرور  
 کا کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ کہ آپ محی الدین ابن العربی  
 کی بابت کیا فرماتے ہیں۔ جس نے مسئلہ وحدت وجود کے متعلق لکھا ہے

کہ وجود قدیم میں قدیم ہے۔ اور حادث میں حادث (یعنی ہستی حقہ مراتب  
 وجودی میں واجب ہے۔ اور مراتب امکانی میں ممکن ہے) آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو کچھ اُس نے لکھا ہے۔ حق ہے۔ پس صرف ذات  
 کے درجہ میں اس پر احدیت کا نام استعمال کرنا۔ اور تنزیہ اور تقدیس کا  
 ثابت کرنا اپنے عاجز ہونے اور بیان کے ناقص ہونے کی وجہ سے ہے  
 اور نہ حقیقت میں اسے مراتب معدودہ میں شمار ہی نہ کرنا چاہیے۔ ہاں اس  
 لحاظ سے کہ حقیقت مطلقہ کے ظہور فرمانے میں ... درجہ وحدت ہی تعین  
 اول ہے۔ اور درجہ احدیت اور واحدیت کے درمیان برزخ کبرائی  
 (یعنی بڑی سے بڑی درمیانی کڑی) ہے۔ احدیت کے ظاہر ہونے کا  
 ذریعہ اور واحدیت کا منبع ہے۔ ~~مراتب~~ مراتب میں سے ایک مرتبہ  
 شمار کیا جاتا ہے۔ پس معلوم ہے۔ کہ درجہ وحدت وہی احدیت کی نشان  
 ہے۔ جس میں صفات کے بالا جمال اور کلی طور پر ظہور کرنے سے ایک  
 قسم کا تعین آگیا ہے۔ اور وحدت بھی وہی وحدت کا جلوہ ہے  
 جس کے تعین میں ادھر تو صفات وجوبیہ (جن کو حقائق الہیہ بھی کہتے ہیں)  
 باہمی امتیاز اور تفصیل سے اور ادھر صفات کونیہ یعنی مراتب امکانی  
 بھی اسی طرح بالتفصیل ایک دوسرے سے الگ الگ ملحوظ ہوتی ہیں  
 چونکہ اعیان ثابتہ جو کہ تمام موجودات ظاہری کی حقیقتیں ہیں حقائق الہیہ  
 کا مظہر ہیں۔ اور انہی کی برکت سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اس لئے صفات  
 وجوبیہ کو فاعل اور صفات کونیہ کو مفعول کہتے ہیں۔ حقیقت میں وہی  
 وجود مطلق ہے۔ جو کہ فاعلیت اور مفعولیت کی شان میں ظہور فرماتا ہے  
 مراتب امکانی جو تمام موجودات کی حقائق ہیں۔ اور علم الہی کے مرتبہ  
 میں متعین اور ثابت ہیں۔ اُن میں سے ہر ایک چیز اسی درجہ میں ایک  
 دوسرے سے خوبصورت (مناسب تفصیل سے ممتاز اور مستحسن ہو

چکی ہے۔ جیسا کہ اعیانِ روحیہ۔ اعیانِ مثالیہ۔ اعیانِ جسمیہ۔ اعیانِ فکریہ اور اعیانِ مختصریہ و مرکب و غیرہ۔ جب اُس نے خواہش کی۔ کہ اپنی اعیانِ ثابتہ کو اعیانِ خارجیہ کی صورت میں ظاہری وجود بخشے۔ اور اپنی صورتِ علم کو (جو درجہ علم میں مصور اور مشخص ہو چکی ہیں) اگرچہ وجود خارجی کی اُن کے دماغ میں ہوتا بھی نہیں پہنچی اور نہ ہی آئندہ کبھی پہنچے گی۔ بلکہ علم قدیم یعنی علم الہی میں اب تک اسی طرح مخفی اور پوشیدہ ہیں۔ جیسا کہ پہلے تھیں۔ ظاہر فرمائے تاکہ عقلیں اُن کا ادراک کر سکیں۔ اور خیالات اور حواس انہیں محسوس و معلوم کر لیں۔ تو خود اُس نے انہیں ~~میں~~ مختلف صورتوں کے لباس میں عالمِ ارواح۔ عالمِ مثال اور عالمِ اجسام میں تجلی فرمائی۔ کیونکہ اس کے سوا غیر کا موجود ہونا ناممکن اور محال ہے۔ جیسا کہ خود اُس نے فرمایا کان اللہ ولم یکن معہ شیئی اللہ تعالیٰ موجود تھا۔ اور اُس کے ساتھ کوئی چیز بھی نہ تھی۔ نیز اُسی نے فرمایا ہے الان کما کان کہ اب بھی وہ اسی طرح کا ہے۔ جس طرح کہ پہلے تھا۔ پس اگر اُن چیزوں کا وجود جو لفظاً ظاہر و کھائی دیتی ہیں۔ حقیقی ہوتا۔ تو الان کما کان کا فرمان کس طرح صحیح ہوتا۔ بلکہ مخلوقات کے ظہور کے وقت (جیسا کہ اس وقت دکھائی دے رہا ہے) اس کی وحدت قائم رہتی رہتی۔ کیونکہ جب غیر اس کے ساتھ موجود ہوا۔ تو وہ واحد کس طرح رہا۔ پس اس تقریر سے ثابت ہو گیا۔ کہ حقیقت میں اس کے ساتھ کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ اب بھی اسی طرح ہے۔ جیسا کہ پہلے تھا۔ یہ وہی وجود مطلق تمام چیزوں کی صورت میں جلوہ گر ہو رہا ہے۔

غیر کو وہ غیر و غیر جہاں بخدا نیست غیر او بجہاں  
 کہاں غیر اور کون غیر اور کسی غیر کی تصویر۔ خدا کی قسم۔ کہ اس ذات

کے سو کسی چیز کا وجود ہی نہیں ہے) وہی صفات روحیہ کے لباس میں روح کہلاتا ہے اور مثالی سے متصف ہو کر مثالی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح قیود جسمانی میں متعین ہو کر جسم کے نام سے مشہور ہو جاتا ہے۔ پس حقیقت میں سوائے واحد کے کوئی موجود نہیں ہے۔ اور اعمیان خارجی پر وجود کا لفظ حجازاً بولا جاتا ہے۔ کیونکہ ہستی حقہ (وجود مطلق) کے آئینے میں ہی اعمیان خارجیہ پر ان کے احکام اور تشویر مرتب ہو رہے ہیں یہی تعلق ان پر بھی لفظ وجود اور مستعار ہستی کے بولنے کا متقاضی ہوا۔ اس کی مثال یوں ہے۔ کہ ایک شخص نے چاہا۔ کہ ایک مکان بنائے۔ تو وہ پہلے اپنے خیال کو دیواروں۔ چھتوں۔ دروازوں اور ستونوں کے لحاظ سے اس کی مختلف صورت مقرر کر لیتا ہے۔ اس طرح سے کہ اس میں کہ کچھ بھی نقص یا کمی کا شائبہ تک نہیں رہتا۔ پھر اس کے بعد اپنی خیالی صورتوں کو خارج میں ظاہر کر دیتا ہے۔ اور ان صورت علمہ کا خارج میں ظاہر ہونا اس شخص کی ذات پر موقوف ہوتا ہے کہملا میخفا پس اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ انیٹوں اور دیگر لوگوں کو بیچ ان کے ضروریات کے اپنی خیالی تصویروں کے مطابق ترتیب دیتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ یہ گھر وہی ہے۔ جو میرے خیال میں موجود تھا۔ حالانکہ اس کو صورت علمی اسی طرح اس کے ذہن میں قائم ہے اور بالکل ذہن سے باہر نہیں۔ آئی اور نہ آسکتی ہے۔ اس مثال میں اور ہمارے مسئلہ میں صرف اتنا فرق ہے۔ کہ یہاں غیر حقیقی کی صورت موجود ہے۔ جو کہ گھر کی شکل میں نمودار ہو گئی ہے۔ اور ہمارے مسئلہ میں غیر وجود تک بھی نہیں ہے۔ وہی وجود حقیقی بذات خود مخفی ہے۔ اور اس میں ظاہر نمودار ہے۔ وہی علم کے لحاظ سے اول ہے۔ اور ظہور کے اعتبار سے آخر ہے۔ اطلاق کی رو سے اول اور تقمید کے



سے آخر ہے : ۵

دیدہ بکشا کہ جلوہ دلدار - متجلی است بر در و دیوار

آنکھیں کھول کر معشوق حقیقی کا جلوہ در و دیوار سے متجلی ہے - وجود میں سوائے ایک ذات کے کوئی نہیں ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (کوئی معبود نہیں) (بلکہ موجود) سوائے اس کے نہیں - حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں) مخلوقات کا ادراک عقل سے ہے - اور اس کی محسوسیت حواس سے

فوٹ چونکہ حقیقت حقہ کے سوائے کوئی غیر موجود ہی نہیں - تو اس کی کسی حالت یا صفت کی صحیح مثال بھی نہیں دے سکتی - مگر پھر بھی عام بات کی سبستی میں رہنے والوں کو اگر اس کی خیالی بطور مثال فہم نہ ہو کر انا ہو - تو انہی کی معلومات اور محسوسات وغیرہ سے کام لینا پڑتا ہے اور جو قریب سے قریب تر مثال مل سکے گی - مفید تر ہوگی - اس بارہ میں راقم کو بھی ایک مثال یاد آگئی ہے - جو اس نے اپنے استاد برحق حضرت مولانا مولوی محمد ذاکر صاحب بگومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان و رفتار سے سنی ہے - اور ذیل میں ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے

ایک باغ کا تختہ ہے جس میں گونا گون بھول اور غنچے کھلے ہوئے ہیں - اس تختہ و باغ کے سامنے ایک بڑا سا آئینہ ہے - اور اس میں ان گونا گون بھولوں کا عکس بعینہ دکھائی دے رہا ہے - جو کہ اپنی خوش رنگی اور خوشنمائی میں دیکھنے والے کی آنکھ میں اس سے کچھ بھی کم معلوم نہیں ہوتا - بلکہ آنکھوں میں ایسا کھپا ہوا ہے - کہ آئینہ کی ٹکڑی کا وجود بھی (جو ان عکسوں کے نالشی وجود کا ذریعہ ہے) بالکل محسوس ہی نہیں ہوتا - اس طرح جو مطلق جو تمام موجودات کا اصل الاصول ہے - آئینہ کی طرح ہے - اپنی کثرت و ضوح سے خود تو دیکھا نہیں

جاسکتا۔ مگر اعیان خارجیہ (موجودات دنیا کو جو کہ اُس کی صورت علیہ کا عکس ہیں۔ دکھارہا ہے) جس طرح روشنی کا ایجاد وجود علیحدہ معلوم ہوتا۔ مگر ان چیزوں کی نمائش کا ذریعہ جو اُس میں پائی جاتی ہیں۔ وہی روشنی ہے) جس طرح ہماری مثال میں۔ پھولوں کے نقوش وغیرہ کا حقیقی وجود کچھ بھی نہیں ہے۔ بلکہ وہ عکس محض ہیں۔ اسی طرح مسئلہ وحدت وجود میں ممکنات کا وجود کچھ بھی نہیں ہے کما قبل ما شمت الممکنات راحۃ الوجود ممکنات نے وجود کی بوتل بھی نہیں سونگھی۔ نیز مثال مذکورہ میں جیسا کہ آئینہ حقیقہ موجود ہے۔ مگر دیکھنے والے کو محسوس نہیں ہوتا۔ اور عکس مرئیہ ہی اُس کا پتہ دیتا ہے۔ اسی طرح مسئلہ مطلوبہ میں وجود مطلق دکھائی نہیں دیتا۔ اور ممکنات کا نمائشی وجود اُس کی حقیقت حقہ کی ترجمانی کر رہا ہے (نکتہ) آئینہ اگر خالی ہو۔ اور اُس میں کسی چیز کا عکس نہ پڑتا ہو۔ تو دیکھنے والے کو اُس کا وجود دکھائی نہیں دیتا۔ لیکن جب کوئی عکس اُس میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ تو معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ یہاں آئینہ ہے۔ پس وجود آئینہ کی دلیل یہی عکس ٹھہرے۔ اسی طرح موجودات عالم اگرچہ درحقیقت عدم محض ہیں مگر اپنے وجود نمائشی سے حقیقت حقہ کی ہستی کا نشان ہیں۔ اب دوسرا پہلو لیجئے۔ اگر تختہ کلزار کے مقابل آئینہ نہ ہو۔ تو وہاں نقش و نگار کلزار کا عکس بھی کوئی نہیں ہوگا۔ پس ان نقوش عکس کا باعث آئینہ کا وجود ہی ٹھہرا۔ اسی طرح اعیان خارجیہ کی نمائش کا اصل اصول ہستی مطلقہ ہے یعنی اعیان خارجیہ ہستی مطلق کی دلیل ہیں۔ اور ہستی مطلق اعیان کے وجود خارجی کا باعث ہے۔ کما قال جامی علیہ الرحمۃ

بلوہ نہاں و جام نہاں آمدہ پدید و جام عکس بادہ و بادہ رنگ جام  
نہاں نہاں ہے۔ جام نہاں آمدہ پدید و جام عکس بادہ و بادہ رنگ جام

# تاریخ المتقین

## خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

ارتداد اہل عرب کے زمانہ میں خالد کے کارنامے مقرر فرمایا گیا تھا۔ اور حکم دیا۔ کہ تم طلحہ سے فارغ ہو کر مالک بن نویرہ کی طرف متوجہ ہونا اسی زمانہ میں پیامبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم طائی کو خالد سے پہلے بنی طے کی طرف روانہ کیا تھا۔ اور بعد ازاں خالد کو اس کی امداد کے لئے منتخب فرمایا اور یہ ہدایت فرمائی۔ کہ پہلے بنی طے کا معاملہ طے کر لو۔ اور بعد ازاں طلحہ بکھار کر دو۔ جو مقام بزاخہ میں برسر فساد تھا۔ اور بلا اجازت وہاں سے نقل و حرکت مت کرو۔

عدی خالد سے پہلے اپنی قوم میں پہنچ گئے۔ اور انہیں دعوت اسلام کی۔ اور انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اور عدی سے کہنے لگے کہ ہمارے کچھ آدمی طلحہ کے لشکر میں ہیں۔ ہمیں ڈر ہے۔ کہ خالد طلحہ پر حملہ آور ہو کر مخالفین میں ہمارے آدمیوں کو بھی تہ تیغ کر دیں گے؟ اس لئے مناسب ہے کہ آپ خالد کے لشکر پر حملہ آور ہونے سے پہلے ہی استقبال کریں۔ اور انہیں حقیقت حال سے آگاہ کر دیں۔ عدی کو یہ تجویز پسند آئی۔ اور خالد کے لشکر کی طرف چل پڑے وہاں پہنچ کر انہوں نے خالد سے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ اور خالد نے بنی طے پر حملہ آور ہونے کا ارادہ منہ خر کر دیا۔ بنی طے نے اپنا



بجائے خود صحیح مگر آپ اپنی قوم کے رائے سے کیوں علیحدہ ہوتے  
 ہیں۔ آپ انہیں ان کی مرضی کے مطابق چلائیے۔ جس فریق کے ساتھ  
 وہ لڑنا چاہیں۔ انہیں کے مقابلہ پر ان کے ساتھ میدانِ حرب میں  
 اتریں۔ خالد کی یہ رائے نہایت صحیح تھی۔ چنانچہ عدی بھی اس پر  
 راضی ہو گئے اور لشکرِ اسلام اپنی پوری تیاری کے ساتھ مقامِ ہزافہ  
 کی طرف چل پڑا۔ اور طلحہ سے ہنگام کارزار برپا کیا۔ طلحہ کی جماعت  
 عینہ بن حصن بنی فزارہ کے ساتھ سات سو بہادروں کے ساتھ  
 لشکرِ اسلام کے مقابلہ پر تھا۔ ہر دو لشکرِ خوب لڑے۔ اور داد  
 شجاعت دی۔ مگر آخر کار عینہ بن حصن کی جماعت کے لوگ مسلمانوں  
 کے حملوں کی تاب نہ لاسکے۔ اس حالت میں عینہ نے طلحہ کی طرف رجوع  
 کیا۔ اور پوچھا۔ کہ کیا ان حالات میں تمہیں کوئی وحی ہوئی؟ اس نے کہا  
 کہ نہیں۔ عینہ اُس کا یہ جواب سنکر پھر میدانِ جنگ کی طرف متوجہ  
 ہوا۔ اور خوب لڑا۔ اور کچھ دیر کے بعد پھر طلحہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور  
 کہا کہ خدا تیرا برا کرے۔ کہ جبریل کچھ پیغام لایا ہے یا نہیں؟ طلحہ نے  
 کہا کہ نہیں۔ عینہ نے کہا۔ کہ پھر وہ کونسا موقع ہوگا۔ کیونکہ حالت  
 سخت نازک ہو گئی ہے عینہ یہ کہہ کر میدانِ کی طرف لوٹا۔ اور خوب لڑا  
 اور کچھ دیر کے بعد پھر طلحہ کے پاس آیا۔ اور کہا کہ جبریل آیا ہے یا کہ نہیں  
 طلحہ نے کہا کہ یہ پیغام لایا ہے؟ طلحہ نے کہا۔ کہ یہ پیغام لایا ہے ان  
 لکے کہ **وَحْدًا يَشَاءُ نَسَاءً** عینہ یہ جواب سنکر کہا کہ یہ کہنا  
 الہام ہے۔ اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے۔ کہ عنقریب ایسا نتیجہ کھلے گا  
 جس کو ہم لوگ کبھی نہ بھولیں گے۔ ہمیں اس سے کیا حاصل ہوا؟ یہ کہہ  
 کر اس نے اپنے ساتھیوں کو کہا۔ کہ چلو یہ شخص کذاب ہے۔ اس پر  
 وہ لوگ طلحہ کو چھوڑ کر چل دیے۔ اور طلحہ کی جماعت تتر تتر متہ ہو گئے۔

طلیحہ نے قرآن سے انجامِ حرب کو سوچ رکھا تھا۔ اس لئے اس نے اپنے اور اپنی بیوی کے لئے تیز رفتار سواریاں تیار کر رکھی تھیں۔ جب اس نے اپنی جماعت کے پاؤں اکھڑتے دیکھے۔ تو خود معہ بیوی کے سوار ہو گیا۔ اور جان بچا کر نکل بھاگا۔ اور اپنی جماعت کو مخاطب کر کے کہا کہ جو شخص اپنے تئیں میری طرح بچا سکتا ہے۔ اسے اجانت ہے کہ نکل بھاگے۔ طلیحہ شکست کھا کر علاقہ شام میں بنی کلب کے پاس نہاگڑ میں ہوا۔ اور جب اس نے بنی اسد اور بنی غطفان کے اسلام لے آنے کی خبر سن پائی۔ تو طلیحہ بھی اسلام لے آیا۔ اور اسلام لا کر بھی بنی کلب کے پاس مقیم رہا۔ حتیٰ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رحلت فرما گئے اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے۔ تب طلیحہ نے خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرفِ بیعت حاصل کیا۔ چنانچہ بعد ازاں طلیحہ کے ہاتھوں پر غزوہ نہاوند (فارس) میں وہ قابلِ قدر کارنامے جاری ہوئے جن کی وجہ سے وہ اسلامی بہادرانِ حرب کی جماعت میں شمار کیا گیا۔ اور انہیں غزوات میں بالآخر شہادت پا گیا۔

طلیحہ نے دعویٰ نبوت کیا تھا۔ مگر بالآخر اپنے دوسرے کاذب مدعیان کی طرح مغلوب ہو کر اپنے دعویٰ سے دست بردار ہو گیا۔ اور یہی حال ہر ایک زمانہ میں جھوٹے مدعیوں کا ہوا کرتا ہے۔ کہ چند روز اپنی جھمک دکھا کر رہ جایا کرتے ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ باطل کبھی حق کا مقابلہ نہیں کر سکتا

۱۔ اس جملہ کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ کہ تیرے لیے چکی ہے مثل اس کی چکی کی اور ایک بائیکا جسکو تو نہیں جھولیگا۔ چونکہ طلیحہ نے بمقابلہ خلیفہ پیغمبر علیہ السلام دعویٰ نبوت کر رکھا تھا۔ اس لئے مسلمانوں نے جھوٹے الہام اپنے متبعین کو سنایا کرتا تھا۔ چنانچہ اس جملہ میں بھی ضمیرِ غالبِ جناب پیغمبر علیہ السلام کی طرف اجماع ہے جو بقرینہِ خلیفہ مذکور نہیں چکی سے مراد واقعہِ حربِ بطلب یہ کہ ہمیں اسی طرح مقابلہ کرنا پڑا ہے۔ جس طرح مسلمانوں کو ۱۲ منہ

قال اللہ تعالیٰ بل نقدت بالحق علی الباطل فیدمغه فاذا هو زلھتی  
جب طلحہ کا لشکر شکست پا چکا۔ تو بنی غطفان اور بنی سلیم اور  
بنی ہوازن کے نہریت یافتہ گروہ ایک عورت اتم زمل کے زیر حکم جمع ہو  
گئے یہ عورت بنی فزارہ میں سے تھی جس میں انہیں مسلمانوں کے مقابلہ  
پر آمادہ کیا۔ خالد کو جب خبر پہنچی۔ تو نے الفور اس کی طرف متوجہ ہوئے  
اور بڑی خونریز لڑائی کے بعد اتم زمل مقتول ہوئی۔ اور اس کی جماعت کا شیرازہ  
جمعیت پر آگندہ ہو گیا۔

مالک بن نویرہ اس کے بعد خالد نے مالک بن نویرہ کا رخ کیا  
کا واقعہ مالک اس وقت کہ ~~بہنے~~ بنے میں مترود تھا۔ بنی تمیم  
کے بڑے بڑے رؤسائے حضرت صدیق کبیرؓ کی خدمت میں اموال صدقات  
(زکوٰۃ) لا کر حاضر کر دیے۔ صرف مالک بن نویرہ ابھی تک حاضر نہ ہوئے  
تھے۔ مگر جب اسے خالد کی چڑھائی کی خبر مل گئی۔ تو اپنے گئے پچھتایا  
اور اپنی جماعت کو متفرق کر دیا۔ اور کہا۔ کہ تم لوگ جہامت قائم  
کرو۔ کیونکہ میں نے سمجھ لیا ہے۔ کہ ہمیں اطاعت خلیفہ کا حکم سنایا  
گیا تھا۔ مگر ہم نے تعمیل نہ کی اس لئے مجھے رہائی کی صورت نظر نہیں  
آتی۔ اور میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ خلیفہ کی جماعت بلا لڑنے ہم پر غالب  
آ جائیگی۔ ہمیں اسی حالت میں ہرگز زیبا نہیں۔ کہ ان کا مقابلہ کرو۔  
جب خالد اس امر پر آمادہ ہو گئے۔ کہ مالک بن نویرہ کی طرف  
متوجہ ہوں۔ تو مجاہدین انصار نے اس وجہ سے ان کا ساتھ دینے  
سے انکار کر دیا۔ کہ ہمیں خلیفہ کی ہدایت ہے۔ کہ جب ہم نراضہ کے معاملہ

۱۵ صدیق رضی اللہ عنہ کے حالات میں یہ ظاہر کیا گیا تھا۔ کہ کچھ قبائل عرب زکوٰۃ  
کے ادا کرنے سے انکار کر بیٹھے تھے۔ اور اس لئے وہ مرتدین مشہور ہوئے۔ گو وہ  
لوگ تمام احکام سے منکر نہ تھے۔ مگر صریح حکم قرآنی کا انکار ارتداد کی کافی وجہ ہے ایمانہ

سے فارغ ہو لیں۔ تو وہیں ٹھہریں۔ حتیٰ کہ خلیفہ کی طرف سے ہیں کوئی نئی ہدایت پہنچے۔ خالد نے کہا۔ کہ مجھے خلیفہ کی طرف سے ہدایت ہے۔ کہ میں اپنے عزم سے باز نہ رہوں۔ اور اگر مجھے کوئی ہدایت آئے۔ اور اتنے میں فرصت کا موقعہ ہاتھ سے نکل جائے۔ تو ایسا کرنا سخت موجب نقصان ہوگا۔ اور اگر بالفرض کسی امر میں ہمیں خلیفہ کی کوئی ہدایت نہ ہو تو حالات موجودہ کی رو سے ہمیں ضروری ہے۔ کہ جو مناسب رائے نظر آئے اس پر کار بند ہوں۔ میں بہر صورت مالک بن نویرہ کی طرف کوچ کرتا ہوں تم میں سے جو میرے ساتھ ہونا چاہتا ہے ہوئے۔ میں کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ اس موقع پر ایک مورخ لکھتا ہے۔ کہ اگر خالد سے مالک بن نویرہ کے ساتھ وہ سلوک نہ کرتا۔ آئندہ ذکر آئے گا۔ تو کچھ نہیں۔ کہ ان کی رائے نہایت صحیح تھی۔ چنانچہ جب خالد چل پڑے۔ تو پیچھے سے وہ لوگ بھی ان سے جا ملے۔ جو پہلے ان کے ساتھ نہیں چلے تھے۔ خالد جب منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ تو انہوں نے اطراف میں اپنا لشکر پھیلا دیا۔ اور ہدایت کی۔ کہ لوگوں کو دعوت اسلام کی جائے اور جو شخص قبول دعوت سے انکار کرے۔ اسے ماموڈ کر کے حاضر کیا جائے اسلامی لشکر کے مجاہدین مالک بن نویرہ کو ماموڈ کر کے خالد کے پاس لے آئے۔ اور اس کے ساتھ بنی ثعلبہ بن یربوع کے چند نفر بھی تھے۔ جب یہ لوگ حاضر کئے گئے۔ تو اسلامی جماعت نے ان لوگوں کے بارے میں اختلاف کیا۔ ابو قتادہ نے شہادت دی۔ کہ ان لوگوں نے اذان نماز کہی تھی۔ لہذا ان سے بموجب ہدایت خلیفہ کسی

ملہ خلیفہ نے ہدایت کر رکھی تھی۔ کہ جس لہجے میں جاؤ۔ اگر وہاں کے لوگ اذان کہتے ہوں تو ان سے کسی قسم کا تعرض مت کرو۔ اور بصورت دیگر ان سے لڑیں۔ اور انہیں لوٹیں اگر وہ اسلام قبول لیں تو انہیں زکوٰۃ پر مجبور کریں۔ مان لیں تو بہتر۔ ورنہ ان سے لڑیں۔



قسم کا تعرض جائز نہیں۔ خالد نے ان لوگوں کی نسبت حکم دیا۔ کہ انہیں رات کی سردی میں مجبوس رکھا جائے۔ بعد ازاں حکم دیا۔ واقفوا اسرارکم اپنے اسیروں کو آگ سے گرم کرو۔ چونکہ بنی کنانہ کی زبان میں اس لفظ کے معنی قتل کے ہیں۔ اس لئے لوگوں نے یہ سمجھا۔ کہ خالد نے ان کے قتل کا حکم دیا ہے۔ مگر درحقیقت خالد کی مراد انہیں آگ تاپنے کی اجازت دینا تھی۔ لیکن ملازموں میں اسیرین کو قتل کر ڈالا۔ چنانچہ ضرر بن اندور نے مالک بن نویرہ کا کام تمام کیا۔ جب خالد نے شور و غل کی آواز سنی۔ تو باہر نکلے۔ مگر قاتلین اپنا کام کر چکے تھے۔ جب انہوں نے یہ معاملہ دیکھا۔ تو کہا۔ کہ ~~معاذ اللہ~~ معاذے کو کوئی کام کرنا ہوتا ہے تو کڑی ڈالتا ہے۔ خالد نے حکم دیا کہ تم یہ وہ مالک بن نویرہ سے نکال کر لیا۔

جب یہ خبر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پہنچی۔ تو حضرت عمرؓ نے غلیفہ کو مجبور کیا۔ کہ خالد کو واپس بلا کر اس سے قصاص لیا جائے۔ چونکہ عمرؓ نے ایسا مشورہ دینے میں جلد بازی سے کام لیا تھا۔ اور غلیفہ زنی اور آہستگی سے کام لینا چاہتے تھے۔ اس لئے اپنے عمر کے بار بار زور دینے پر انہیں یہ جواب دیا۔ کہ خالد کے پاس غلطی متاول کی گئی ہے۔ اور اس لئے وہ غلطی ہیں۔ عہد قتل کے مرتکب نہیں ہوئے آپ بن کا خیال چھوڑ دیں۔ خالد سیف اللہ ہیں۔ جو کفار کے لئے یہ وقت ان کے سر پر کھینچے ہوئے ہیں یہ بکھر غلیفہ نے خالد کے نام واپسی کا فرمان جاری کیا۔ خالد فی الفور مدینہ کی طرف چل پڑے۔ جب مدینہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ تو انہوں نے ایک قبائین رکھی تھی۔ اور عمامہ میں تیر لگا رکھے تھے۔ حضرت عمرؓ نے جب انہیں دیکھا۔ تو خالد کے عمامہ سے تیر نکال لئے اور انہیں توڑ ڈالا۔ اور یہ درشت الغظ بنان پر لائے۔ خالد نے ان کوئی بات نہیں اور یہ عہد کھنڈت میں



جاء میں، کچھ دنوں پہلے کے ایک مسافر کی ادا ویر ہو کر ہوئی تھی۔ یہاں پر ایک مسافر  
 پہنچا تھا جو کہ یہاں کی جماعت کے گھر فائدہ کر لیا۔ خاندان کے اس کفار  
 کو قتل کر دیا اور وہاں پر جو خفیہ میں زور دیا۔  
 جس میں ایک مسافر نے خبر سنائی، تو اس نے مصلحت کو بلا حفاظت  
 چھوڑ کر اس کے اسلام کے لئے نکلا۔ یہاں تک کہ ایک شریعت میں جو خفیہ کو  
 طریق میں عرب کے مطابق جماعت و غیرت والا تھا، وہاں پہنچ کر  
 ہر طرح پر ایسا کر دیا، اور ہر طرح میں بھی میدان میں رہا۔  
 جو مسافر شجاعت سے لکھا، اس کے لئے خالد کے ساتھ شریعت کی طرف سے  
 تھے۔ لہذا یہ مسافر وہاں تک پہنچا کہ وہاں ایک ایسی معرکہ لڑائی  
 ہوئی، کہ مسلمانوں کو پہلے ہی سے لڑائی پیش نہیں آئی تھی۔ چنانچہ  
 ہرگز نہیں کہ خالد نے اسے لگے۔ اور خالد کے ساتھ مسلمانوں میں  
 ہو گئے۔ جب مسلمانوں نے لڑائی کا یہ حال دیکھا، تو زمین پر  
 اور نہایت بن قیس، جسے بہادران اسلام نہایت عزیز تھے،  
 ساتھ تلواریں ہونٹ کر دشمن کی صفوں پر پہنچ گئے۔ اور یہی وزیر  
 لڑائی ہوئے۔ کہ میدان جنگ طرفین کے مقتولوں سے بھرا گیا۔ اس  
 لڑائی میں ہرگز کے مسلمانوں نے جہاد میں حصہ لیا۔ وہاں  
 بن خطاب قرشی، ابو حذیفہ اور سالم مولیٰ ابو حذیفہ بھی اس لڑائی  
 میں شہید ہوئے۔ جب خالد نے دیکھا، کہ لڑائی کا رنگ بدل گیا، اور  
 مسلمانوں میں کدھار نہایت پیدا ہو گئے ہیں۔ اور قریب ہے کہ  
 بدل چلے جائے۔ تو ایک چھپ آواز کے ساتھ یہاں پر ان کے اسلام  
 کو لکھا کہ کہنا، کہ تم قبائل علیہ علیہ ہو جاؤ۔ تاکہ ہر ایک کی شجاعت  
 کا آج امتحان ہو جائے۔ خالد کے اس حکم پر تمام قبائل علیہ علیہ  
 ہو گئے۔ اور باہم کہنے لگے۔ کہ آج میدان میں جہاد سخت شرم کا

بات ہے۔ اس تفریق پر خالہ کو معلوم ہوا کہ قبائل باونیشیں کی نصیحت  
 مل جائے جو انصار کو قتل ہوئے ہیں۔ خالہ نے سمجھ لیا۔ کہ میلہ کے  
 قتل کے بغیر لڑائی ہو کر نہیں تھی گی۔ چنانچہ اس کو مقابلہ کے لئے  
 بلایا۔ اور اس کے سامنے چند باتیں پیش کیں۔ میلہ اس معاملہ کو سوچ  
 رہا تھا۔ کہ خالہ نے اس پر حملہ کیا۔ اور اپنے تھیلوں کو لٹکا کر۔ کہ  
 حقیقت کرو۔ مخالفین نے یہ ماجرا دیکھتے ہی بھاگنا شروع کیا اور میلہ  
 سے گئے گئے۔ کہ تم جو وعدہ نصرت اور اوراد و جی سنا یا کرتے تھے  
 وہ کیا ہو جا۔ میلہ نے جواب دیا کہ اس وعدہ پر دہنہ دو۔ اپنی حسب  
 قومی ہے اس لئے۔ اتنے میں خالہ کے ایک مناد وکرتے پکارا۔ کہ  
 سب لوگ احاطہ بستان میں داخل ہو گئے۔ چنانچہ یہ منستے ہی سب لوگ  
 ایک بستان کے اندر داخل ہو گئے۔ اور اس کے دروازے بند کر لئے  
 لشکر اسلام کے مشہور بہادر برابن مالک نے اپنے ساتھیوں سے  
 مخاطب ہو کر کہا۔ کہ تم مجھے احاطہ بستان کے اندر داخل دعوہ میں  
 اندر پھنکر بستان کا دروازہ کھولتا ہوں۔ چنانچہ باہر سے بہادران نے  
 سے بستان کی دیوار پر چڑھ کر دیوار اور اندر کبر کا لغزہ بلند کر کے  
 کھنڈر نا بکار پر کوڑے لگائے۔ اور دروازہ کے قریب پہنچ کر ان سے لڑا اور دروازہ  
 کھول دیا۔ دروازہ کھلنے پر مجاہدین اندر داخل ہوئے اور سخت خونریزی  
 لڑائی شروع ہو گئی۔ اس میں مجاہدین میلہ مارا گیا۔ اور جبر بن مطعم کے  
 کے موئے وحشی اور ایک انصار کے میلہ کے قتل میں شریک  
 تھے۔ یوسف زین نقشبہ دیکھتے ہی سلا سیہ ہو کر بھاگنے لگے۔ اور  
 مسلمانوں نے تلواریں سوخت کر ان کا تعاقب کیا۔ اور جو سامنے آیا  
 عزیمت تیج ہو کر ڈھیر ہو گیا۔  
 محمد بن ولید ابھی تک خالہ کے پاس پہنچا۔ جب اس نے

بنی حنیفہ کی شکست کا حال سنا تو خالد سے تمام اموال و املاک کے حوالہ کر دینے پر صلح کی استدعا کی۔ اور اپنی قوم کے پاس مشورہ کرتے ہوئے گویا۔ مگر قلعہ میں سونے بچوں اور غورتوں اور پورے حصوں کے کسی کو نہ پایا۔ اس نے انہیں کہا۔ کہ تم لوگ سناؤ ہوش ہو کر قلعہ کی دیوار پر کھڑی ہو جاؤ۔ جہاں سے مسلمان کہیں دیکھیں۔ اور انہیں لشکر کا گمان ہو یہ انتظام کر کے مجاہدہ خود خالد کے پاس آیا۔ اور کہا کہ قوم کے لوگ مشروط صلح سے انکار کرتے ہیں۔ مجاہدہ کی اس چالاکی سے مسلمانوں نے لڑائی کرنے کے بجائے کچھ سیم و زرہ اور قلعہ کے چہارم آدمیوں کو اپنی قید میں لیکر صلح کر لی اور مولا ~~محمد~~ ہو گیا۔ خالد نے اس لڑائی میں نہایت عقلمندی سے کام لیا۔ مگر قبائل کو لڑائی کے لئے متفرق کر دیا تھا۔ کہ ایک دوسرے کے مقابلہ پر بڑھ کر بغیرت و حمیت سے کام لیں۔ اور یہ امر اس کی زیرکی اور مال اندیشی پر دل ہے اس لڑائی میں بہت سے صحابہ مجاہدین و انصار میدانِ حرب میں کام آئے۔ مسلمانوں نے پوری مردانگی سے کام لیا۔ اور بالآخر فتحیاب ہوئے۔ چونکہ بہت سے قرآن اور حفاظ کتاب اس جہاد میں شہید ہو گئے تھے۔ لہذا خلیفہ نے کتاب اللہ کو جمع و ترتیب دینا ایک اہم دینی کام سمجھا۔ اور حقیقت کتاب اللہ کی اسباب میں سے یہ پہلا اور قوی سبب تھا۔ جس سے ہمیشہ کے لئے کتاب اللہ حسب وعدہ الہی محفوظ ہو گئی۔ چنانچہ اس کی تفصیل پہلے ہم کر آئے ہیں :-

# عدل عالمگیری

از جناب ملک عبدالعزیز خان صاحب دکن  
 تہذیب سے ایک ہزار سال قبل دیا گیا ہے۔  
 زچہ جوتوں کا ایک گائوں آباد تھا۔ جو لوہے کے نام سے مشہور تھا  
 جس کے افراد ملحقہ علاقے پر قابض تھے۔ یہ ایک عجیب و غریب  
 بھی۔ جو قہریم نام سے مشہور تھا۔  
 زمانہ گزر گیا۔ اور اہلین نے اس کے کئی سیاح اور سفیر حکم  
 کیا ہے۔ کئی بادشاہیں قائم ہوئیں۔ یہ سلطنتیں ہیں اور کچھ  
 راج پٹنہ اور یہ ملک ہندوستان اور ان مغربی کا آماج گاہ بنیاد۔ اور  
 آخر کار لودھیوں کا زمانہ آیا۔ اس زمانہ میں پہلول خاں اس پر آئے  
 سلطنت اور اس کی شہر و آرمائی اور فتح کا سکہ عالمیان پر چھوڑ  
 چکا تھا۔ بلوچی سرداروں کا ایک گروہ ایک بہنوں کے قابض  
 کے ساتھ اس مقام پر پہنچا جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔ جس جگہ  
 اب شکر کا ٹکڑ ہے۔ انہوں نے ڈیر کے علاقے پہنچے۔ ایک گنوں بھی  
 بنوایا۔ جو ایک موجود ہے۔ اور مستقل رہائش گاہ بنیاد کر لیا۔  
 جو ملک کی کا مستقل مقصد بنایا۔ مگر یہ اور علاقہ تھا۔ وہاں بہت سے کلاں  
 ان کے دست نظام اور خیرہ دستیوں کا شکار ہو چکے تھے۔  
 اس نے سودا گروں اور قافلے والوں نے تنگ آکر شاہ شاہ دہلی  
 کے حضور شکایت کی۔ شاہ شاہ نے تحقیقات کی۔ عرض سے شہزادہ  
 یوسف اور نہنگ خاں لودھی کو روانہ کیا۔ تحقیقات پر ان واقعات



جو قدیم ایام سے حکمرانان ہند کا فرق زیب لباس ہے۔ باوشاؤ نے طرح  
تسل کی۔ لیکن زخم خوردہ دل ان سلیوں سے منہا نہ ہو سکا۔ آخر ہند  
عز و توقیر انہیں لودھیانہ روانہ کر دیا گیا۔ اندر معقول دشمنوں کے اخراجات  
کے لئے شاہی خزانے سے مقرر فرمائی۔ سلسلے کے چہاں لب شہر کی  
کو قالی واقع ہے۔ اس جگہ ان تمام بدگان ملک کے خراب تھے۔ جو  
ہمارے ہو کر بیوقوفانہ طور پر چکے ہیں۔

خیزاؤ گان اس جگہ اقامت گزین ہوئے۔ جبر و اقتدار کا جن بن  
کی رگوں میں دواں تھا۔ ملنے کی زندگی شاہانہ تھی۔ رعیت و اب شہر  
مسلط تھا۔ اور انہوں نے ہندوستان کو وستیوں اور تمام طریزیوں کو  
بھی غوغا ہوا۔ مولے نے یہ صورت اختیار کی۔ کہ جب کسی کسی مالدار  
ہندو کی صاحب بھال لڑکی کی شادی ہوتی۔ تو وہ عروسین ناموس ظہان  
کولت لودھی سرداروں کے جہر پر تیار کر دیتی۔ اور دولت جن اس جلسے  
بے پناہ میں لیتی۔ جو ان کے بزرگوں نے مخالفت کی مخالفت کے لئے  
آباد کی تھی۔ اور جب کارواں نالغہ و المیت چمکتا۔ تو نعرہ و سوہاگر  
ایس حال خدایاں کے دامن فیصلہ کو بھرتا۔ یہ ایسے واقعات ہیں  
جو ہر زمانے میں قابل ملاحظہ نہیں گئے۔ لیکن اندھرتی میں آفتاب  
جستاب خیالت و نہایت کو چھپا سنے کی غرض سے اس شہر کے لئے  
سیاہ بادلوں میں چھپنے کی ظلمت میں غروب نہیں ہو جاتا۔ ظلم کی  
بنیاد کبھی ہے۔ اور بانیانہ شہر کی گویا عورت خیزاؤ ہندو سے۔ پتھر مارا  
جو شاہ جہان کے آخری حکومت میں چھوٹا تھا۔ عہد عالمگیری میں  
ایک تناور درخت کی صورت پکڑ گیا۔ آخر ایسا ہوا۔ ایک ہندو رئیس  
کی لڑکی کی شادی تھی۔ بیامی تیار ہو مقرر ہو چکی تھی۔ لیکن اولیہ مالک



خوف و ہنگیر تھا۔ مارے غم کے سوکھ رہے تھے۔ ادھر وہ غنیمتہ عبد  
بیقرار تھی۔ دل کو ایک گھن لگ گیا تھا۔ جوہری کوئل کو کھارہا تھا۔  
ادھر یہ ظلم و ستم کا منظر سامنے تھا۔ ادھر ہمیشہ عالت کی گرج  
سے آفاق گونج رہا تھا۔ اس نے مصمم ارادہ کیا۔ کہ کسی نہ کسی طرح وہی  
پہونچے۔ اور زخم خوردہ سینے کو چیر کر رکھ دے۔ چنانچہ جان ہتھیلی پر  
رکھ کر اس غیر تمدن دہنے وہی کا رخ کیا۔ اور سیدھا دربار شاہی  
میں پہنچا۔ اور بادل بریاں اور شیشہ گریاں اپنی غم و الم کی داستان کہہ  
سنائی۔ اس صاحب صولت کا عالم کہ اس خون اتر آیا۔ منہ غصے  
سے تھما گیا۔ شمشیر جگر شکاف پیام میں بیقرار تھی۔ کہ اس ستم پیشہ کا  
پتہ نکال دے۔ جب غصہ فرو ہوا۔ تو اس سریر آراے جہانباتی نے کہا  
”تمہاری بیٹی کی شادی کی کونسی تاریخ قرار پائی ہے؟“ ہندوئیس نے کہا  
”رج عالم بھاگن کی دس تاریخ کو۔“ شاہنشاہ نے ایک پرزہ کاغذ پر لکھ  
کر زبان فیض رساں سے حکم دیا۔ کہ اچھا انتظام ہو جائیگا۔ اپنی بیٹی کی شادی  
بے خوف و خطر چلاؤ۔

لیکن امور سلطنت کی زیادتی کے باعث شاہنشاہ اس بات کو بھول  
گئے۔ ادھر وہ رئیس پریشاں تھا۔ کہ کوئی انتظام نہیں ہوا۔ اور لوہیوں کی  
تروخوئی کا وہی روز قائم ہے۔ ایک دن جب شاہنشاہ اپنی آرام گاہ میں  
فروکش تھے۔ تو درباری نے اطلاع دی۔ کہ ایک گادر خدمت اقدس میں ایک  
پرزہ کاغذ پیش کرنے کے لئے لایا ہے۔ اگر قبلہ عالم جان بخشی فرمائیں تو  
وہ کاغذ کا پرزہ خدمت عالی میں پیش کیا جائے۔

جب بادشاہ نے پڑھا۔ تو ایک عالم اندیشہ اب طاری تھا۔ وہ  
سیدہ یاد آیا۔ اپنی خطرات پر اندیشہ کیا۔ اب صرف تین دن باقی تھے۔ اور

منزلین چند قدم ہیں۔ فوراً مسلح ہو ایک رہوار بادرفنار پر کوٹلے کے راستے روانہ ہوا۔ اشریبہ سرسبز المسیر نے دونوں کا سفر گھنٹوں میں طے کیا۔ اور مقررہ تاریخ کی صبح کو بادشاہ عالی مقام کوٹلے سے گزر چکے تھے۔ ادھر خاور جہان تاب مشرق کو اپنی الوار سے نوازندہ دیکھ رہا تھا اور ادھر آئینہ جہاں ہیں یعنی آنکھ لودھیاں کے قلعہ پر پرچم عالمگیری کا مشاہدہ کر رہی تھی۔ کہ اتنے میں ایک فقیر کے چھوٹے پرگندہ ہوا یعنی کہ سلیمان نے کا مشاہدہ نور کو تہہ و تش آسمان بتایا۔

اس فقیر غزلت کر رہے تھے اور زبانی بال رکھے تھے۔ جنہوں نے راگزاردہ پیدا شدہ رکھا تھا۔ لیکن ~~میں~~ ظل الہی یا سن مسکن تسلیم و رضا پر گنوا۔ تو ان کتوں نے قدم بوسی کے لئے سر خمودیت کو جھکا دیا۔ اور دم ہلا کر پاؤں پر نثار ہونے لگے۔ اس پیرِ رمنز شماس نے جب یہ ماجرا دیکھا۔ تو مہجرا بجا لایا۔ اور صدا دی کہ سایہ خدا کا اقبال بلند ہو بادشاہ نے حیران ہو کر دریافت کیا۔ کہ باواجبی آپ نے مجھے کس طرح پہچان لیا۔ فقیر نے عرض کیا۔ کہ حضور جب سے اس گدائے صحرائین نے اس مقام کو اپنا مسکن بنایا ہے۔ اس عرصہ حیات میں مجھے معلوم نہیں کہ کوئی راہ سید اس منزل سے گزرا ہو۔ اور میرے کتے نہ بھونکے ہوں۔ لیکن آفتاب اقبال سے ان کی آنکھیں جو نہ دھیا گئیں۔ اور اس عالم خیرگی میں وہ یونہی وار۔ خاکِ عجز پر ماتھے رگڑنے لگے۔ جس سے میں نے نتیجہ نکالا۔ کہ اس جگہ ظل الہی اور سپاہِ نبہ گاہ بنفس نفیس تشریف فرما ہیں۔ اور یہ ظلمت کہہ ان کی سحلی نور سے بقیعہ الوارین رہا ہے۔ بادشاہ کو یہ نکتہ پسند آیا۔ اسے انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔ روانہ ہونے کو تھے۔ کہ بادشاہ کی آنکھ ایک مجمع پر پڑی۔ جن کے

کہ ایک نیا گاؤں بسایا جا رہا ہے۔ شدہ شدہ سلطان ہند کے آنے کی خبر ان تک پہنچی۔ اور وفا کیش جوق در جوق وہاں پہنچے عقیقہ بندوں نے دیہاتی طریقہ پر نذرانے پیش کئے۔ اور اظہار مسرت کیا۔ عالمگیر۔ اس مجمع کا کیا مطلب ہے۔

نمبر دار۔ حضور کا اقبال بلند ہو۔ جہاں پناہ کے زیر سایہ ایک سستی بسا رہیں عالمگیر۔ اس کا کیا نام تجویز ہوا ہے

نمبر دار۔ پہلے تو کچھ اور ارادہ تھا۔ لیکن اب چونکہ حضور نے اس خاک کو قدم عینیت از دم سے سرفراز فرما کر ہم پلہ فلک بنا دیا ہے۔ اب یہی مناسب ہے۔ کہ اس کا نام عالمگیر رکھا جائے۔ شاہنشاہ کو یہ نکتہ پسند آیا قبسم ہوئے۔ اور آپ کو شکر مبارک سے اس گاؤں کی بنیاد رکھی۔ یہ گاؤں اسی نام سے اب تک آباد ہے۔ اور لودھیانہ سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر کوٹلے والی سڑک پر واقع ہے :-

جب شہر لودھیانہ میں داخل ہوئے۔ تو پہلے معاملات کی خود تحقیقات فرمائی۔ پھر کووال شہر کو حکم دیا۔ تو خود اور دوسرے سپاہی بھیس بد لکر اور مسلح تاشائیوں کے طور پر اس جوہلی کے گرد اگر دگھیرا ڈال لیں اور کانوں کان کسی کو خبر نہ ہو۔ اور تمام معاملہ پردہ راز میں رہے۔ بس اس وقت معلوم ہو۔ جب حکم صادر کیا جائے۔ کووال نے گردن اطاعت و انقیاد جم کی اس کے بعد اس رئیس کو حضور میں طلب کیا۔ شاہنشاہ۔ تمہاری بیٹی کا بیاہ کب ہے

رہیں۔ جہاں پناہ۔ آج رات نصف شب گزرنے کے بعد

شاہنشاہ۔ خوب کیا تمہارے مکان میں بالا خانہ بھی ہے۔

رہیں۔ حضور موجود ہے

شاہنشاہ۔ اچھا بیاہ کے بعد جب تمام رسمیں ادا ہو چکیں۔ نور لودھی

سردار لڑکی کو ہمراہ لیجانے کے لئے آئے۔ تو اس وقت اس سے  
 التجا کرنا کہ ہمارے ہاں قدیم ایام سے رسم آرہی ہے۔ کہ جب دلہن کی  
 شادی ہو چکتی ہے۔ اور وداع کا وقت آتا ہے۔ تو نوٹہ بالا خانہ پر  
 جا کر ایک مقدس کوٹھڑی کے سامنے رسم سلام ادا کرتا ہے۔ اور دیکھا  
 گیا ہے۔ کہ جس نے اس کی خلاف ورزی کی۔ نقصان عظیم کا متکفل ہوا  
 رئیس نے زمین کو بوسہ دیا۔ اور رخصت ہوا۔ اس کا جسم جو مارے خوف  
 و ہراس کے شاخ زعفران بنا ہوا تھا۔ تروتازہ ہو گیا۔ بشرے پر رونق  
 آئی۔ اور چہرہ گلاب کی پھول کی طرح کھل گیا۔ غروب آفتاب کے بعد  
 شاہنشاہ ہند خفیہ طور سے مکان میں داخل ہوئے۔ اور بالا خانہ پر  
 تشریف لے گئے۔

جب بیاہ ختم ہوا۔ اور پھیروں کی رسم پوری ہو چکی۔ تو سہیل خاں  
 سردار بڑھا۔ کہ اس ماہ حسن کو چرا کر لیجائے۔ اور اس آفتاب جمال  
 کی پرستش سے کامران ہو۔ دل امیدوں سے بھرا ہوا تھا۔ طرح طرح  
 کے خیالات دل میں موجزن تھے۔

جس طرح طلوع آفتاب کے وقت ایک سیلاب مثال جھیل میں جبکو  
 سورج کی صلیا پاش شعاعیں نور کی کرفوں سے ایک کرۂ ماہتاب بنا دیتی  
 ہیں۔ ایک ماہی بیتاب سر بلند کر کے غوطہ کھاتی ہے۔ اور پانی کی ایک  
 مسلسل لہر۔ ایک موجہ صبا کی طرح لرزتی ہوئی اس کے کناروں کو بوسہ  
 دیتی ہے۔ اسی طرح خیالات کی ایک جھلک اس کے دل میں چشمک زن  
 ہوئی۔ اور جھلی کی شعاع کی طرح تمام جسم میں دوڑ گئی۔ وہ خیالات میں  
 مستغرق تھا۔ لیکن نہ جانتا تھا۔ کہ آنے والی مصیبت کیا ہے۔ دلہن  
 مایوس تھی۔ جس طرح ایک یار عزدہ ہرنی منزل محبت طے کر کے جان لیتی  
 ہے۔ کہ بچہ درو صبا و اس کے پیارے بچوں کو رہا نہ کرے گا۔ وہ

حسرت بھری نگاہوں سے ان پیاری شکلوں کو دیکھتی اور آنکھوں میں آنسو بھرتی ہے۔ اسی طرح اس پیکر جمال نے آئینہ دل میں اپنے حسن و تجمل کو دیکھا۔ ایک سرور آہ کھینچی۔ اور ابدیدہ ہوئی۔ لیکن وہ عانتی تھی۔ کہ آئینوالی راحت کیا ہے۔

دولہا کا دل شبنم تخیل کا فروغ گاہ تھا۔ اسے معلوم تھا۔ کہ تمام عمر کی رسوائی ندامت کا ٹیکہ بن کر ماتھے پر لالہ رنگ ہوگی۔ اور زندگی ذلت اور خجالت کا ایک بد نما ورق ہوگا۔ جس پر آئینوالی قلم سے بیجیائی کی گلکاری ہوگی۔ کبھی دل میں آتا۔ کہ خود کشی کر کے اس جہان ستم پیشہ کو سلام کہے یا کسی ملک کو بھاگ جائے۔ کہ پھر واپس آئے۔ جس طرح کمان سے چھٹا ہوا تیر پھر وال ہو جاتا ہے۔ اس طرح وہ اس ملک سے روانہ ہو جائے۔ کہ دوبارہ نہ آئے۔ الغرض وہ اس کشمکش میں تھا۔ اور طرح طرح کے خیالات اس کے دل میں تھے۔ لیکن نہ جانتا تھا۔ کہ آئینوالی مسرت کیا ہے۔

جب پنڈت نے منتر ختم کئے اور نفیری نے جگر خراش آواز نکالی تو اس پاکدامن کے بوڑھے باپ نے سہیل خاں سے عرض کیا۔ کہ ہنور کا اقبال بلند ہو۔ اور ہم آپ کے زیر سایہ پرورش پائیں۔ اگر خاطر گرامی پر یہ بات گراں نہ گذرے۔ تو عرض کروں۔ کہ ہمارے بزرگوں سے یہ رسم چلی آتی ہے۔ کہ جب نوشتہ دلہن کو ہمارے گھر سے لیجاتا ہے۔ تو بالا خانہ پر جا کر ایک مقدس کوٹھڑی کے سامنے رسم سلام ادا کرتا ہے اور بار بار دیکھا گیا۔ کہ جس نے اس سے عہد اگریز کیا۔ نشانہ بلا ہوا یا گل مراد چھنے سے پہلے ہلاک ہوا۔ خاک نشینوں کی التجا کو مشرف قبولیت عطا فرما کر بندگانِ پیر کو سرفرازی کا موقع دیں۔

سہیل خاں جو متاع حسن پر دل باختم تھا۔ اور نقد ایمان لٹا چکا تھا

جب سہیل خاں اور اس کا وفا کیش دوست زمین پر چڑھ رہے تھے۔ تو رعب سلطانی کے باعث ان کے قدم لیز رہے تھے۔ سہیل نے ہر اسان ہو کر کہا۔ کہ برادر میرے پاؤں شل ہو رہے ہیں۔ انہیں طاقت نہیں۔ مجھ سے چڑھا ہتھیں جاتا۔ بلند خان نے سہارا دیا۔ اور جو صلہ افزا باتیں پیدا کیں۔ کہ آپ کی مردانگی سے بعید ہے۔ کہ اس طرح سراسیمہ ہوں۔ آخر دونوں بالا خانہ پر پہنچے

جب اس پکار صولت و شہامت نے سہیل خاں کو دیکھا تو تحقیق کی تصدیق ہوئی۔ تلوار میان سے نکال کر ایسی ضرب لگائی کہ سر تن سے جدا ہو کر جا پڑا۔ بلند خان ہشت سے بیہوش ہو گیا پھر شاہنشاہ عدل پرور نے سہیل کو بالوں سے پکڑ کر اس فلک نما مکان سے باہر لٹکا دیا۔ اور ایک غضب آلود لہجہ میں بکا کر کہا۔ کہ بس اب ظلم کا خاتمہ ہے۔ عالمگیر خود اس مقام پر موجود ہے سب سیاکار کیفر کردار کو پہنچیں گے۔ اور فلک ان کی دست درازوں سے امون و صحتوں ہو گا۔

جب یہ آواز فلک شرکاف بلند ہو گئی۔ تو فضا نے عالم میں ایک سکون چھا گیا۔ حسب طرح ایک نامرد حالت کا بوس میں عرصہ بیم و جا میں ہوتا ہے۔ اور اسی زبان نا آشنا الفاظ ہوتی ہے۔ اسی طرح فضا نے عالم میں ایک خاموشی طاری تھی۔ ایک سنٹا چھائی تھا۔ کہ یہ کیا ہوا۔ جب بجلی کو ندتی ہے۔ تو آنکھوں میں خیرگی آجاتی ہے لوگ حیران تھے۔ کہ یہ کیا عالم ہے۔ کہ ایک آواز نے ہر سکوت کو توڑا۔

ان سب کو گرفتار کر لو۔ یہ کہنا تھا۔ کہ سپاہیوں نے مصنوعی لباس پہن رکھا۔ اور ایک آنکھوں کو گرفتار کر لیا۔

وہ نیک نہاد اپنے حقیقی شوہر کے ہمراہ سسرال روانہ ہوئی۔ اور  
 دو نامراد ہستیاں بامراد ہوئیں۔ ظلم پیشہ حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے محو  
 زمانہ گذر گیا۔ اور ہزار ہا ہستیاں اس بزم کفن و کان کی آرائش نگار  
 ہوئیں۔ کئی بیاہ ہوئے۔ اور کئی خاندان منصبہ شہود پر جلو افکن ہوئے  
 اقبال شب ظلمات کو شوق کر کے سر بلند ہوا۔ صبح ستیز برق ریز ہوئی۔  
 تیس روز کمال پر آفتاب عروج چمکا۔ پھر زوال کمال شروع ہوا۔ اور شام مہاجر  
 آئی۔ اور شب گمنامی میں ایسے لاپتہ ہوئے کہ آج انکا سرخ نہیں ملتا۔ ان  
 کی یاد میں عمارتیں بلند ہوئیں۔ نشان نصب ہوئے۔ جو آج مسمار  
 ہو کر گدراہ ہو گئے۔ لیکن محنت بھی ایک عمارت قائم ہے۔ جو اس  
 عدل گستر بادشاہ کے قدحوں سے سرفراز ہو چکی ہے۔ اور اسی خاندان  
 کے دونوں فعل اس عہد محنت مہد کی یاد کو روشن کر رہے ہیں۔

جب واقعہ نگار زمانہ سلف کی تصویر کو رنگ آمیز کرتے ہیں۔ تو انہیں یہ معلوم  
 نہیں ہوتا۔ کہ تاریخ ایک آبگینہ ہے۔ کہ جس میں قدما کی سیاہ و سفید تصویریں  
 منعکس نظر آرہی ہیں۔ اور اس سیم آب کو زایل کر کے اگر سیاہ کاری کی گلاکار  
 کی۔ تو سفید شکلوں کا جمال بھی نظر فریب نہ رہیگا۔ اور ہر منظر ضیا ل سیاہ ہی سیاہ ہوگا  
 افسوس اس بات کا ہو۔ کہ جس شاہنشاہ بلند مقام نے اورنگ سلطنت کو ایک بستر خاں سمجھا  
 اور رعایا پروری اور جانفشانی کو اپنا نصب العین قرار دیا۔ اور جس نے سب سے  
 بڑھکر جہاں بانی اور جہاں آرائی کا آپدیل ہمارے سامنے رکھا۔ وہی سب سے زیادہ  
 کو سنا جاتا ہے۔ جو سب سے زیادہ ہماری حسین کامیابی ہے۔ وہی سب سے زیادہ ہر ملاحظت  
 بنا ہے جو سب سے زیادہ معروف سلطنت تھا۔ وہی سب سے زیادہ مورد خطاب ہے۔ گویا  
 ان رنگ پرستوں کے نزدیک اس گلگدہ تاریخ میں وہی پھول محبوب ترین ہے۔ جو  
 شوخ ترین ہے۔ وہ پسند نہیں۔ جو خوشبو میں تیز اور ہلک میں عطرین ہے۔

اگرچہ بظاہر یہاں توحید کا خیال پکانے کے لئے دو طرح کے طریق بتلائے گئے ہیں (۱) ہستی حقہ کا تمام منظر ہر میں جلوہ گر ویکھنا۔ اسی حقیقت محمدیہ کا تمام موجودات متجلی پانا۔ مگر تحقیق میں مخفی نہیں کہ یہ صرف لفظوں کا سر پھیر ہے۔ دونوں کا مطلب اور مفہوم ایک ہے۔ حقیقت محمدیہ وہی درجہ وحدت ہے۔ جو واحدیت کی تفصیل میں جلو نما ہے جب کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول سے ایک ہی چیز مراد ہے کیونکہ طاعت رسول عین طاعت الہی ہے بلکہ طاعت اولی الامر بھی کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ انسان کامل یعنی اپنے مرشد برحق کو تمام جوہات میں دیکھنا بعینہ حقیقت محمدیہ ہے۔ یہ بیان میں جلوہ گر پایکا مترادف ہے۔ خواجہ معین الدین حسن وار و جہاں درویش ہیں پس یاد رہے کہ ہر سہ مراتب فنا فی اللہ فنا فی الشیخ۔ فنا فی الرسول ایک ہی چیز نہیں ہے کہ جب تک طالب انوار شیخ کی محبت کا درس لے رہا ہو۔ اسکو اللہ اور رسول کی کچھ خبر نہیں ہوتی یا اوپر کی طرحیوں میں اپنے شیخ یا رسول بھول جاتا بلکہ اپنے مرشد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ اور حضور کو حقیقت حقہ کا مظہر اکمل سمجھتا ہے اور اپنے مقصد اسے کی طرف ترقی کرتا جائے۔

## اطلاع عام

موضوعہ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ مطابق ۲۲ ستمبر ۱۹۲۶ء بروز چہار شنبہ عرس جناب سر آمد عشاق قدوة السالکین زبدة العارفین حضرت مولانا مولوی محمد ذاکر صاحب بگوی رحمۃ اللہ علیہ کا شہر بھیرہ ضلع شاہ پور میں ہوگا۔ اور زبدة العارفین امام السالکین مخدوم العالم مولانا الحاج الحافظ حنیار الملک والدین خواجہ محمد ضیا الدین ادا م اللہ ظہم زبیب آراے سند سمیال شریف نے بھی تشریف ازاری فرمایا کا وعدہ فرمایا ہے۔ یاران طریقت مطلع رہیں



# تستی باریت اور عمدہ کتب کا ذخیرہ

(۱) سماع الابرار والفقہار مولف حضرت مولانا احمدین صاحب نگوی حجم ۹۸ صفحہ  
یہ کتاب مولانا ممدوح نے بائیا انحضرت سجادہ نشین صاحب سیال شریف تحریر فرما کر مسلمانوں  
پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ مولانا ممدوح نے کتاب میں مسئلہ سماع پر نہایت محققانہ  
بحث کرتے ہوئے مخالفین کے دلائل کا اسنادان شکن جواب دیا ہے کہ آج تک  
کسی کو تردید کی جرات نہیں ہو سکتی حدیث شریف اناراقوال محدثین و فقہا غرض  
اس مسئلہ کے متعلق معلومات کے دیا کو ایک گوزہ میں بند کر دیا ہے۔ ملک بھر کے  
چیدہ اخبارات نے اس پر نہایت عمدہ رپورٹیں کئے ہیں۔ خاندان چشتہ کے سابقہ  
تعلق رکھنے والوں میں بہت شخص کے اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔ مال  
عبرت کو فیت محفوظ رہیں قیمت ۸۰۰

(۲) محبت خان خیال مولف مولانا غلام شکیں صاحب بنجود صاحب عمدہ  
کلام نظم و نثر کا مجموعہ ہر شائقین کلام بنجود کے لئے اس کا مطالبہ ضروری ہے قیمت ۸۰۰

(۳) سلسلہ چشتہ نظامیہ سلیمانیتہ شمسلیہ منظوم اردو از مولانا مولوی محمد سید صاحب  
زیر پوری اس سلسلہ میں اعظم خلفا حضرت سیالوی تانکے اسما درج ہیں قیمت ۱۰

(۴) انوار شمس سوانحی حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سر العزیز قیمت ۱۰

(۵) محبوب سیال یعنی مجموعہ حالات اکراما ملفوظہ وغیرہ حضرت اشرف الاولیاء حضرت خواجہ محمد صاحب

(۶) مظہر الانصاف فی روضہ الانصاف حضرت مولانا مولوی قاضی فضل احمد صاحب خفقی نقشبندی

حجم ۵۵ صفحہ یہ کتاب مذہب شیعہ کی کتاب زبان فارسی ان عمدہ طریقہ سرور کیا گیلے اور ایسے  
دندان شکن جواب دیئے گئے ہیں۔ کہ اس کا جواب آج تک نہیں دے سکے قیمت صرف ۳۰

(۷) لطائف الرحمن فی ادعیہ القرآن جلیل شریف کی تمام علمیں مع اردو ترجمہ جمع کی گئیں قیمت ۱۰

مینجہ سالہ شمس الامسلام سرگودھا

کاکلتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کا ایجاڈر

## لال شربت

اگر آپ اپنے بچوں کو تندرست رکھنا چاہتے ہیں۔ تو لال شربت پلائے۔  
کلیہ کی کمزوری۔ کھانسی۔ لاغری۔ کھانسی۔ کھانسی۔ کھانسی۔  
پیدائش کی وقت سے ہوتا ہے۔ یہ لال شربت بچوں کی جان بچا دیتا ہے۔  
پینے میں شیریں اور رنگ سرخ ہوتا ہے۔ بچے خواہش سے پیتے ہیں۔  
آپ بھی اپنے بچوں کو پلا کر آزمائیں گے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ (محصولہ اک ۲۰)

## پیرانا سوزاک کی دوا

پیشاب کا جلن۔ اس کا رک رک کر ٹپکنا۔ یا اس کے ساتھ مواد کا گھرنا۔  
کل اس دوا کے استعمال سے موقوف ہو جاتا ہے۔ سوزاک پرانا ہو  
جانے پر پیشاب قطرہ قطرہ ہو کر ٹپکتا ہے۔ اور کبھی بند ہو کر مریض کی جان  
پر زہر آ جاتی ہے۔ اس دوا سے لاکھوں مریض شفا پا چکے ہیں  
قیمت فی شیشی بھار (دوروپے) محصولہ اک ۲۰ (تھوڑا)

المشہور  
ڈاکٹر ایس کے برمن صیفہ نمبر ۱۴۱ پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴  
کاکلتہ

نوٹ۔ ایجنٹ کی ضرورت ہے۔ قواعد ایجنسی کے لئے درخواست کیجئے